سب رس

بعض مذہبی رسائل وملفوظات سے قطع نظر، سب رس اردو ادب کی پہلی قابلِ ذکر کتاب اور نثر کا اوّلین توانا اظہار ہے۔ اسے ۱۰۴۵ھ/ ۱۶۳۵ء میں دکن کے ملا وجہی نے قلم بند کیا۔ سنہ تالیف کا تعین خود وجہی کے بیان سے ہو جاتا ہے: ''بارے جس وقت تھا ایک ہزار و چہل و پنج اس وقت ظہور پکڑیا یو گنج۔''[1]

ملا وجہی سب رس سے ستائیس سال قبل ۱۰۱۸ھ/ ۱۶۰۹ء میں ''قطب مشتری'' لکھ کر اپنی قادر الکلامی کا ثبوت پیش کر چکا تھا۔ اس مثنوی میں اس نے وجیہی تخلص اختیار کیا ہے۔ فارسی دیوان (دیوانِ وجیہ، مخزونہ کتب خانہ سالار جنگ، حیدر آباد) میں وجہی، وجیہی اور وجیہہ تینوں تخلص استعمال کیے گئے ہیں۔ زبان کے تشکیلی دور میں املا کی بے قاعدگیاں باعثِ حیرت نہیں۔ دکنی اردو کے جس دور کی وجہی نمایندگی کرتا ہے اس میں بھی یہی صورتِ حال نظر آتی ہے۔ خود سب رس میں ایک ہی لفظ کئی کئی طرح سے لکھا ہوا ملتا ہے۔ اس لیے یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ وجہی، وجیہی اور وجیہ ایک ہی شخص کے نام کی مختلف املائی صورتیں ہیں۔[2] مولوی عبدالحق نے ایک اور کتاب ''تاج الحقائق'' کو وجہی کی نثری تصنیف بتاتے ہوئے لکھا ہے کہ: ''اس میں اخلاق وتصوف پر بعض مباحث ہیں اور سب رس کے بعض مقامات سے جہاں اس نے اسی قسم کی بحثیں چھیڑ دی ہیں، بہت ملتے جلتے ہیں۔''[3]

ڈاکٹر جمیل جالبی کا خیال ہے کہ مصنفین کے ناموں کے جزوی اشتراک کی وجہ سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی ہے۔[4] تاج الحقائق وجہی کی نہیں، وجیہہ الدین محمد کی کتاب ہے۔[5]

بادشاہ، عالم پناہ، صاحب سپاہ، ظل اللہ، حقیقت آگاہ، اور اسی طرح: شاہزادے، ماہزادے، مستغنی، دھنی، سرفراز، ممتاز وغیرہ ہم قافیہ ٹھہرے۔ لیکن یہاں محض قافیہ پیمائی نہیں ہے، ایک مخصوص آہنگ بھی ہے جو بیان کا حصہ بن گیا ہے۔ پوری عبارت دو حصوں میں تقسیم کی جاسکتی ہے۔ پہلے عقل بادشاہ اور اس کے ایک خیال کا ذکر کیا گیا ہے۔ پھر اس ارادے کو عملی جامہ پہنانے کا۔ فن کاری یہ ہے کہ جس طرح عقل بادشاہ کے تعارف میں پے در پے ہم آہنگ الفاظ عالم پناہ، صاحب سپاہ، ظل اللہ، حقیقت آگاہ لائے گئے ہیں، اسی طرح دل شہزادے کے لیے ماہزادے، مستغنی، علماں کے دھنی جیسے ٹکڑے استعمال کیے گئے ہیں۔ اور جب یہ سب ہوگیا تو آخری اطلاع: تن کے ملک کی بادشاہی دیا، تن کے ملک کا بادشاہ کیا۔" ایک ہی بات ذرا سے تغیر سے ان دونوں جملوں میں ہے۔ تکرار کا یہ عیب محسوس نہ ہو، اس کے لیے دو دو الفاظ کا جوڑا بہ طور مستزاد موجود ہے: ''سرفراز کیا، ممتاز کیا!''

ایک اور اقتباس:

''نظر نے، صاحب ہنر نے، جیو کے جگر نے، خوش خبر نے بولیا کہ اے دل بادشاہ، صاحب سپاہ عالم پناہ، ظل اللہ حقیقت آگاہ......'' ص ۱۲۲

یہاں بھی آہنگ کا وہی مخصوص اہتمام ہے۔ عبارت کا پہلا ٹکڑا راوی کی طرف سے ہے، دوسرا داستان کے ایک کردار کی زبانی۔ مکالمہ مسلسل ہم قافیہ الفاظ پر مبنی ہے۔ جب کہ اس سے قبل کے اطلاعی جملے میں قافیہ سے پہلے 'نے' کی تکرار ہے۔ اس نوع کی تکرار بھی وجہی کو مرغوب ہے:

''بارے اس وقت یکا یک عین مستی میں، بادہ پرستی میں، فراخ دستی میں، اس کمال ہستی میں ایک قدیم ندیم بہوت سوں لطافت سوں، بہت فصاحت سوں، بہوت بلاغت سوں، بات کا سر رشتہ کاڑ کر ایک تازے آب حیات کا قصہ پڑیا۔'' ص ص ۳۵-۳۶

دہن، من موہن جگ جیون . . . اس چشمے پر جاوے گا، تو وو آب حیات پاوے
گا . . . ہمت یو بات کہا، گم ہو رہا، نظر سنیا بے سدھ ہوا، سر دھنیا۔'' ص ۶۵-۶۶

مقفیٰ اسلوب بعض اوقات قصے کی روانی کو متاثر کرتا ہے۔ وجہی کے یہاں بھی کئی موقعوں پر یہ صورت پیدا ہوئی ہے لیکن مجموعی طور سے اس کی قافیہ پیمائی بیانِ واقعہ میں رکاوٹ نہیں بنتی۔ وہ بڑی آسانی سے داستان سناتا چلا جاتا ہے:

''القصہ حسن دھن من موہن جگ جیون، اس غیر کے رشک تے انچل بھگائی، انکھیاں کے اشک تے جلتی تلملتی کپڑے پھاڑ لیتی، سنگار تن کا کاڑ لیتی، گالیاں دیتی، روتی حیران ہوتی۔ جھل کے جھال سوں، اس حال سوں، حفی کھائی، وصال کے چھجے پر آئی۔ غیر کوں دیکھی تخت پر مست، دل اس سوں ہم دست۔ موں سوں موں ملائی ہے، سینے سوں سینہ لائی ہے۔ سد کھو رہی ہے، سو رہی ہے۔ حسن نادر سندری، بہت نخرے بھری اوتار استری پکار اٹھی، آہ مار اٹھی۔ کہ آہ یو کیا ہوا، واہ یو کیا ہوا۔'' ص ۲۳۶

ہر بات کو پھیلا کر اور سمجھا سمجھا کر بیان کیا گیا ہے۔ وعظ و نصیحت اور نفسِ داستان دونوں جگہ یہی صورت ہے:

''ایک دیس اس عقل بادشاہ، عالم پناہ صاحب سپاہ ظل اللہ، حقیقت آگاہ کے دل پر کچھ آیا، اپنا اندیشہ اپس کوں بھایا۔ سو اس دل شاہ زادے کوں، اس ماہ زادے کوں، اس مستغنی کوں، اس سب علماں کے دھنی کوں، تن کے ملک کی بادشاہی دیا، تن کے ملک کا بادشاہ کیا، سرفراز کیا، ممتاز کیا۔'' ص ۲۶

یہ وضاحت بیانی اکتاہٹ کا سبب بھی ہو سکتی تھی مگر ایسا نہیں ہوا۔ وجہ؟ وجہی کے اسلوب کی دل کشی! اور یہ دل کشی کیا ہے؟ قافیہ و سجع کا اہتمام؟ پہلی نظر میں یہی چیز سامنے آتی ہے لیکن تہ میں اور بھی بہت کچھ ہے۔ محولہ اقتباس کو ایک بار پھر سے دیکھا جائے۔ عقل

سن کر بادشاہ پریشان ہو اٹھا۔ اس نے دل کو آزاد کر دیا اور کہا کہ عورت کی ذات میں حیلہ مکر بہت ہوتا ہے۔ کیا خبر حسن بھی تمھارے ساتھ دغا کرے۔ اگر شہر دیدار جانا ہی ہے تو فوج لے کر جاؤ۔ باپ کے مشورے کے مطابق بیٹا فوج لے چل پڑا۔

ادھر حسن نے اپنے باپ عشق کو خط لکھ کر مدد مانگی۔ چنانچہ عشق کا سپہ سالار مہر جفا، مشقت اور درد کے ساتھ میدان میں آیا۔ حسن نے اپنے خادم کے کہنے پر اپنی بہن کو بھی کوہ قاف سے بلوالیا۔

اس جنگ میں عقل بھی شریک ہوا لیکن اسے شکست ہوئی، وہ بھاگ کھڑا ہوا۔ حسن کی بہن کے تیر انداز ہلاک نے دل کو زخمی کر کے قبضے میں کر لیا۔

حسن نے دل کو اپنی دائی ناز کے مشورے پر چاہ ذقن میں ڈال دیا۔ دل ایک ماہ سے کچھ کم اس کنویں میں رہا۔ پھر حسن کی مرضی پا کر زلف اسے کنویں سے نکال کر دل کشا باغ میں لے گئی اور مہر کی بیٹی ساحرہ اور حسن کی سہیلی زلف کے تعاون سے حسن اور دل میں محبت بھری ملاقاتیں ہونے لگیں۔

ایک روز رقیب کی بیٹی غیر نے جادو کے زور سے حسن کی صورت اختیار کر کے دل کی قربت حاصل کی۔ حسن نے ان دونوں کو ہم آغوش دیکھ کر اپنے محبوب کو بے وفا سمجھا اور اسے غضب کے زنداں میں ڈال دیا۔ رقیب بھی موقع کی تاک میں تھا۔ اس نے دل کو وہاں سے غائب کر کے قلعہ ہجراں میں نظر بند کر دیا۔ اب غیر کو اپنے کیے پر افسوس ہوا اور اس نے خط لکھ کر حسن سے معافی چاہی۔ صحیح صورتِ حال سے واقف ہوتے ہی حسن نے دل کی خدمت میں معذرت نامہ ارسال کیا۔ گلے شکوے دور ہوئے۔ ادھر عقل کی شکست خوردہ فوج کے سپاہی ہمت نے ایک بار پھر قوت مجتمع کر کے شہر دیدار کی جانب قدم بڑھائے۔ لیکن اسے اسی میں خیریت نظر آئی کہ عشق اور عقل میں صلح ہو جائے۔ چنانچہ اس کے سمجھانے سے عشق عقل کو اپنا وزیر بنانے پر راضی ہو گیا۔ حسن اور دل کی شادی ہو گئی اور وہ دونوں

مزے سے رہنے لگے۔ ایک روز آبِ حیات کے چشمے پر نظر، ہمت اور دل کی ملاقات خضر سے ہوئی۔ اس جہاں دیدہ بزرگ سے دل نے دعائیں لیں۔ دل کے کئی بیٹے ہوئے۔ جن میں بڑا بیٹا بہ قول وجہی یہ کتاب ہے۔

عالمی ادب میں تمثیلی قصوں کی کمی نہیں۔ کلیلہ دمنہ، انوار سہیلی، فریدالدین عطار کی منطق الطیر، سنسکرت کی ہت اپدیش، یورپ میں لکھی گئی جانوروں کی حکایات وغیرہ اس کی معروف مثالیں ہیں۔ ان قصوں میں انسانی صفات کے اظہار کے لیے حیوانوں کو کردار بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ قصہ خارجی اور داخلی دو سطحوں پر آگے بڑھتا ہے اور اس طرح معنی کی بھی ظاہری اور باطنی دو سطحیں قائم ہو جاتی ہیں۔ تمثیل کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ انسانی جذبات و اوصاف کو تجسیم کے عمل سے گزار کر قصے کے کرداروں کے طور پر پیش کیا جائے۔ سب رس میں مؤخرالذکر صورت نظر آتی ہے۔ تمثیل کی خصوصیات، حدود اور امکانات کے حوالے سے کی گئی گفتگو فی الحال ہمارے دائرہ مضمون سے باہر ہے۔ اس لیے اس بحث کو چھوڑتے ہیں اور سب رس کے کرداروں پر ایک نظر ڈالتے ہیں۔

سب رس کے مرکزی کردار حسن اور دل دو باجبروت شہنشاہ کی اولاد ہیں۔ حسن عشق کی بیٹی ہے اور دل عقل کا لختِ جگر ہے۔ عشق مشرق کا بادشاہ ہے، بڑے دبدبے والا ہے۔ اسے عقل اور دل کی لشکر کشی کی اطلاع ملتی ہے تو خود مقابلہ کرنا کسرِ شان سمجھتا ہے۔ اپنے سپہ سالار مہر کو بھیج دیتا ہے۔ اور جب جنگ میں عقل کو شکست ہوتی ہے تو ہمت کی گزارش پر اسے باعزت طور پر اپنے دربار میں مدعو کرتا ہے، مسندِ وزارت پیش کرتا ہے اور سیاہ و سفید کا مالک بنا دیتا ہے۔

عقل کی بھی اپنی حدود میں بے پناہ اہمیت ہے۔ وہ صرف بادشاہ ہی نہیں، محبت کرنے والا باپ بھی ہے۔ جب دل مصیبت میں پھنستا ہے تو خود اس کی مدد کو ایک لشکر جرار کے ساتھ جا پہنچتا ہے۔ لیکن عشق کا پلہ بھاری ہے۔ عقل کو بالآخر اس کی ماتحتی قبول کرنا پڑتی ہے۔

شوق ہور اشتیاق کی سوں، تیرے پانوں کی سوں، توں چلتی ہے سو اس
تیرے پانوں تلے کے ٹھانوں کی سوں۔ . . . . تیرے کنٹھ کی سوں،
تیرے کنٹھ مال کی سوں، تیری ٹھڈی کی سوں، تیرے گال کی سوں،
تیری نازاں بھری چال کی سوں، تیرے گھنگروالے بال کی سوں، تیری
قبول صورتی کی سوں، تیری مدن مورتی کی سوں۔ تیری وفا کی سوں،
تیری جفا کی سوں . . .'' ص ص ۲۵۶-۲۵۷

وجہی کبھی یوں لکھتا ہے: ''جان تازا، ایمان تازا تو سب جہان تازا''۔ ص ۲۷

اور کبھی یوں بھی: ''اپنا جیو خوش تو زمین اسمان خوش، اپنا جیو خوش تو
سب جہان خوش۔'' ص ۲۷۰

ایسی صورتوں میں صوتی ترنم کے ساتھ ساتھ زور بیان بھی مقصود ہوتا ہے:

''جس کوں خدا دیا مان، جس کوں خدا کا دھیان، جس کوں خدا کی پچھان،
جس کا روشن ایمان، جس کا بڑا گیان، چتر سگھڑ سجان''۔ ص ۲۵۸

زور بیان پیدا کرنے کے لیے اس نے دیباچے سے اختتامِ داستان تک متعدد مقامات پر آیاتِ قرآنی، احادیث اور بزرگوں کے اقوال سے فائدہ اٹھایا ہے اور انھیں استعمال کرتے وقت حتی الامکان قافیہ پیمائی کا خیال رکھا ہے:

''انو کے دِلاں، انو کیاں انکھیاں، انو کے کاناں قدرت سوں باند
کر غفلت کی دی گرہ، جو مصحف میں خدا کہتا ہے کہ ختم اللہ علیٰ
قلوبھم وعلیٰ سمعھم وعلیٰ ابصارھم غشاوۃ۔'' ص ۱۲

''یہاں کچھ ہے غرض، کہ کہے ہیں اللہ نور السمٰوٰت و الارض۔'' ص ۱۵

''کہ کتے ہیں الحیاء من الایمان، حضرت کا حدیث ہے یو تحقیق
جان۔'' ص ۴۸